قائدِ اعظم محمد علی جناحؒ

بابائے قوم

ڈاکٹر علامہ محمد اقبالؒ

مفکرِ ملت

میاں محمد شہباز شریف

وزیرِاعلیٰ پنجاب

ملک محمد رفیق رجوانہ

گورنر پنجاب/چانسلر

پروفیسر ڈاکٹر اقرار احمد خاں (ستارۂ امتیاز)

وائس چانسلر

پروفیسر ڈاکٹر شہزاد مقصود احمد بسراء

کنوینر، کشتِ نو/ انچارج، دفترکتب و رسائل و جرائدِ جامعہ

پرنٹ اور الیکٹرانک شعبہ ابلاغ کی بھرمار میں آج کا مصروف انسان مزید مصروف ہوتا جارہا ہے۔ ذرائع ابلاغ کا زیادہ تر موضوع سیاست اور معاشرتی ناہمواریاں ہیں جو کسی سنجیدہ حل اور تفریح کی بجائے ذہنی اذیت اور کوفت کا باعث بن رہے ہیں۔ ایسے میں نوجوان نسل بالخصوص سیاسی مباحثوں اور سیاسی اخباری کالموں سے فرار اختیار کرتی جارہی ہے اور چند ایک مزاح کے پروگراموں یا پھر سوشل میڈیا پر لطائف اور شاعری کی جانب مبذول ہوچکی ہے ستم ظریفی یہ ہے کہ عامیانہ لطائف کو مزاح سمجھ لیا گیا ہے۔ کتاب کا مطالعہ تیزی سے زوال پذیر ہے، ایسے میں نوجوان نسل کو شائستہ طنز و مزاح کی جانب راغب کرنا ایک مشکل کام تھا جس کو مدنظر رکھتے ہوئے کشتِ نو کی ٹیم نے بڑی محنت سے ''طنز و مزاح نمبر'' کا بیڑا اٹھایا اور نا صرف جامعہ کے طلبہ کو مزاح لکھنے کی جانب راغب کیا بلکہ اُردو، پنجابی اور انگریزی اَدب سے طنز و مزاح کے گوہرِ نایاب چن کر ایک حیرت انگیز فریضہ سرانجام دیا۔ کسی تحریر سے لطف حاصل کرنے کے لیے عموماً اُس ادیب کی مکمل کتاب، کوئی مضمون یا کم ازکم کالم کا مطالعہ ضروری ہوتا ہے جو کہ موجودہ نسل کی عادات میں کب کا ناپید ہو چکا ہے۔ سوشل میڈیا میں بھی صرف ایک جملہ، ایک شعر یا صرف ایک تصویر ہی توجہ حاصل کرسکتی ہے اسی لیے زیادہ تر اَدیب قصہ پارینہ ہو چکے ہیں، ماسوائے مشتاق احمد یوسفی کے۔ یوسفی صاحب ایک ایسے باکمال مزاح نگار ہیں کہ جن کا ایک ایک جملہ باکمال اور طنز و مزاح سے بھرپور ہوتا ہے۔ یوسفی صاحب نہ صرف پرانی اور نئی نسل کے یکساں طور پر ہر دلعزیز مزاح نگار ہیں بلکہ نوجوان نسل کو کتاب کے مطالعہ کی جانب بھی راغب کرنے کا موجب ہیں۔ میں اس ''طنز و مزاح نمبر'' کو اُردو اَدب کے طنز و مزاح کے امام مکرمی و محترمی مشتاق احمد یوسفی کے نام کرتا ہوں۔

محمد فیصل علی
مدیرِ اعلیٰ

سٹیفن لی کاک نے کہیں لکھا تھا کہ ''دنیا میں آنسوؤں کی فراوانی ہے لیکن یہ دنیا کتنی خوفناک جگہ ہوتی، اگر یہاں آنسوؤں کے علاوہ اور کچھ نہ ہوتا''۔ اسی لئے تو غموں اور آنسوؤں کے جھرمٹ میں کہیں نہ کہیں سے پھوٹنے والا زیرِ لب تبسم، ہنسی کی کوئی لہر، کوئی لطیف بات جو طبیعت کو کشادہ کر جائے، عبادت کے درجے تک پہنچ جاتی ہے۔ اس سلسلے میں ایک ادیب کی ذمہ داری اور بھی بڑھ جاتی ہے کیونکہ اُسے پوری دیانت داری سے معاشرے کی نمائندگی کرتے ہوئے زندگی سے بھی جڑے رہنا ہے اور یاس و قنوطیت میں گھرے لوگوں کو بھٹکنے بھی نہیں دینا۔ مرے نزدیک ادب ایک شاہکار پینٹنگ کی طرح ہے۔ جس طرح ایک خوبصورت پینٹنگ کسی ایک رنگ، رویے یا زاویے کی عکاس نہیں ہوتی اُسی طرح زندگی کی نمائندگی کرنے والا ادب بھی اُن بے شمار رنگوں اور رویوں کا نمائندہ ہوتا ہے جن میں سے ایک رنگ مزاح کا بھی ہے۔ یہ رنگ اُتنا ہی قدیم ہے جتنا کے بذاتِ خود ادب یا زندگی۔ سو ہم کہہ سکتے ہیں کہ مزاح کی تاریخ بھی اُتنی ہی پرانی ہے جتنی کہ بذاتِ خود حضرتِ انسان کی۔ اس خوبصورت پینٹنگ میں مزاح ایک ایسی ہنسی اور کشادگیِ طبع کا حوالہ ہے جہاں شگفتگی کی لہر وقار اور متانت کے پہلو کو برقرار رکھتے ہوئے نہایت دانائی، ظرافت اور دل نوازی سے ذہنوں کو گُدگدا کر کوئی چبھتا ہوا سوال چھوڑ جاتی ہے۔ دوسرے لفظوں میں مزاح ایسا نفیس رنگ کبھی بھی کسی ایسے اظہار کا وسیلہ نہیں ہو سکتا جہاں سے کسی کی تحقیر، تذلیل یا اذیت کا پہلو نکلتا ہو۔ مزاح میں ابتذال، پھکڑ پن اور تمسخر ایک نہایت ہی غیر ذمہ دارانہ رویے کا غماض ہوگا۔ چنانچہ لوگوں کا تمسخر اُڑا کر، مقدس رشتوں کا مذاق بنا کر، ایک دوسرے کو گالیاں دے کر، لڑوا کر یا ایک دوسرے کی تحقیر کرنے والی جگت بازی تو مزاح کی توہین کی طرح ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ مزاح میں ظرافت کے ساتھ ساتھ ذہانت اور دانش کی ایسی آمیزش ہونی چاہیے کہ اس بزمِ نشاط سے قاری اُٹھے تو ایک ہاتھ میں شعور اور آگہی کی کوئی شمع اور ایک ہاتھ میں قہقہہ لیتا جائے۔ بہت سے مشاہیر کی نظر میں تو ایک کامیاب ترین مزاح پارہ تخلیق ہی آنسوؤں اور مسکراہٹوں کے سنگم پر ہوتا ہے۔ اس لئے مزاح لکھنے کے لئے حسِ مزاح ہی نہیں سنجیدگی بھی بہت ضروری ہے۔

جعفر زٹلی اور حاتم سے شروع ہونے والے فکاہیہ ادب کا دامن ایسے بے شمار ادیبوں سے روشن ہے جو اس سفر میں ادبِ لطیف کا اعتبار رہے مگر ان کی تعداد ہر دور میں بہت کم رہی اور اب تو ہم ایک ایسے ماحول میں جی رہے ہیں جہاں شائد پانچ یا دس فی صد سے زائد لوگ ادب سے دلچسپی نہ رکھتے ہوں۔ ایسے قحط الرجال میں اچھے اور معیاری مزاح نگار تو انگلیوں کی پوروں پہ شمار کئے جا سکتے ہیں۔ دراصل ایک مزاح نگار کی حدود ایک افسانہ نگار یا ناولسٹ سے زیادہ کٹھن ہوتی ہیں کیونکہ مزاح نگار کو تہذیب اور شائستگی کے دائرے میں رہتے ہوئے پیغام بھی دینا ہے اور قہقہے بھی تقسیم کرنا ہے، بات اس حد سے تھوڑی سی باہر نکل جائے تو ساری شگفتگی مرجھا جاتی ہے اور شرارت، بدتمیزی کے دائرے میں جا گرتی ہے۔ چنانچہ ایک مزاح نگار ایک عام ادیب

سے زیادہ زیرک انسان ہوتا ہے کیونکہ اُسے اپنے گردوپیش پہ صرف غور کر کے کوئی رائے یا تبصرہ پیش نہیں کرنا بلکہ اس سنجیدگی کے باطن سے کوئی لطیف پہلو، کوئی شگفتہ بات بھی نکال لانی ہے۔ایسے میں ایک خالصتاً سائنسی فضا سے ادبی شمارہ کا طنز و مزاح نمبر نکالنا ایک نہایت ہی کٹھن کام تھا۔

پاکستان بھر کی جامعات سے چھپنے والے ادبی شماروں کی نسبت کشتِ نو کو یہ امتیاز ضرور حاصل ہے کہ اس مجلّہ میں شائع ہونیوالی تحریریں جامعہ کے طالب علموں کی ذاتی تخلیقات ہوتی ہیں نا کہ مستند ادیبوں سے تخلیقات مستعار لے کر یا اُردو ادب سے انتخاب کر کے ایک شمارہ بنا دیا جائے سو ہم نے طنز و مزاح نمبر میں بھی اس روایت کو برقرار رکھنے کی کوشش کی ہے۔تاکہ نئے لکھاریوں کی حوصلہ افزائی بھی ہو اور ادب کی خدمت بھی۔مگر خصوصی نمبر کے تقاضے ہمیں مجبور کرتے رہے کہ اس میں کچھ انتخاب بھی شامل کیا جائے سو فکاہیہ ادب سے فقط چار تحریروں کا انتخاب صرف اس لئے کیا گیا کہ ان کے بغیر یہ شمارہ ادھورا نظر آتا۔یہ تحریریں نقشِ بہار کے عنوان سے پیش کی جا رہی ہیں۔مزاح بخیر کے عنوان سے پیش کی جانیوالی تحقیقی اور شگفتہ ادبی تحریریں جامعہ کے طالب علموں کی کشادگی طبع کا برملا اظہار ہیں۔یہ تحریریں ایک خالصتاً سائنسی فضاء میں رہنے والے طالب علموں کے اُسلوب میں چُھپی ہوئی قدرتی شوخی اور شرارت کی نمائندہ بھی ہیں۔چونکہ یہ ایک خصوصی شمارہ تھا سو جامعہ کے ایلومنائز کی لطیف تخلیقات کو بھی اس شمارہ میں خصوصی طور پر جگہ دی گئی۔دریچوں سے جھانکتی ہنسی، کشت نو کے گذشتہ شماروں سے منتخب کی گئی ایلومنائز کی انہی شگفتہ تحریروں کا مجموعہ ہے۔بزم خوش نفساں میں کشتِ نو کے قارئین کی ملاقات ہم اُن خوش گفتار ادیبوں سے کروا رہے ہیں جن کی وجہ سے نا صرف فکاہیہ ادب کا اعتبار قائم ہے بلکہ آہیں بھرتی اور سسکتی ہوئی زندگی کے ہونٹوں پہ مسکراہٹیں بھی لوٹ آتی ہیں۔کشتِ نو کے اس حصہ میں ڈاکٹر اشفاق احمد ورک، جناب زاہد فخری، جناب سید سلمان گیلانی اور جناب خالد مسعود خان کی زندگی، ادب اور مزاح پہ نہایت جامع گفتگو، یقیناً کشت نو کے قارئین کیلئے ایک خوبصورت تحفہ سے کم نہ ہو گی ۔ طنز و مزاح پہ کوئی بھی تبصرہ جناب انور مسعود اور عطا الحق قاسمی کی گفتگو کے بغیر پھیکا پھیکا سا رہتا۔چونکہ ان شخصیات کے انٹرویوز ماضی قریب میں ہی کشتِ نو کے شماروں میں چھپ چکے تھے سو دوبارہ ملاقات غیر ضروری تھی اس لئے وہی انٹرویوز بعینہ ہی پیش کئے جا رہے ہیں۔کشتِ زعفران، برجستہ اور بے تکلف شاعری کا وہ مجموعہ ہے جہاں سے ہمارا قاری قہقہوں سے ملے بغیر آگے نہیں بڑھ سکتا۔لطیفانہ ایک مزاحیہ سروے ہے جسے اس بار زیادہ توجہ سے مزید خوش رنگ بنانے کو کوشش کی گئی ہے۔شگفتگی کی ایک لہر اس جملہ بازی میں شانہ بشانہ چلتی رہتی ہے، کہیں کہیں قہقہوں سے ملاقات بھی ہو جاتی ہے۔

کشتِ نو کے طنز و مزاح نمبر کی تشکیل و تدوین اس لئے بھی ایک مشکل مرحلہ تھی کہ آج تک جامعہ میں اس طرح کے کسی خالصتاً ادبی نمبر پہ کام نہیں کیا گیا دوسرے ایک سائنسی فضا میں جہاں ادب کی خدمت کرنے والے ویسے ہی خال خال ہیں وہاں مزاح نگاری تو جوئے شیر لانے کے مترادف ہو جاتی ہے۔بہر حال ان سب مشکلات کے باوجود ہماری یہ بھرپور کوشش رہی کہ طنز و مزاح کے حوالے سے ایک ایسا ادبی مجلّہ ترتیب دیا جائے جس سے ادب کی خدمت کے ساتھ ساتھ غموں اور دکھوں میں لپٹی ہوئی زندگی کو فرحت و انبساط سے بھرپور چند لمحے میسر آسکیں۔ہم اس میں کس حد تک کامیاب رہے اس کا فیصلہ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

اس سارے سفر میں، مَیں رئیسِ جامعہ جناب پروفیسر ڈاکٹر اقرار احمد خاں (ستارۂ امتیاز) کی بھرپور قیادت اور کنوینر کشتِ نو پروفیسر ڈاکٹر شہزاد مقصود احمد بسراء صاحب کے فراخ دلانہ تعاون کا بھی بے حد مشکور ہوں۔چونکہ پروفیسر ڈاکٹر شہزاد مقصود احمد بسراء صاحب کا خصوصی میلان بھی مزاح کی طرف ہے سو اس مجلّہ کی تدوین میں انہوں نے گذشتہ شمارہ کی طرح نا صرف میرے ہر تقاضے کو پذیرائی بخشی بلکہ مزاح کے حوالے سے کئی ایک مفید مشوروں سے بھی نوازا۔فُٹ نوٹس کے لئے منتخب کئے جانیوالے جناب مشتاق احمد یوسفی کے برجستہ جملے اُن کی خوش ذوقی کا بھرپور اظہار ہیں۔علاوہ ازیں اس سفر میں میں محمد آصف غفور، سیماب عارف اور رابعہ لطیف کے تعاون کو بھی سراہتا ہوں۔جامعہ زرعیہ فیصل آباد میں ہونیوالی ہم نصابی سرگرمیوں کی تصاویر کی فراہمی کے لئے حمزہ طارق کی کاوشیں بھی حوصلہ افزا ہیں۔اس شمارے کی خوبصورت ڈیزائننگ میں محمد آصف بھٹی اور محمد اسماعیل کی صلاحیتوں کا اس لئے بھی معترف ہوں کہ اُنہوں نے میرے ہر خیال اور انتخاب کو تخلیقی حُسن عطا کیا۔اس شمارے میں ایک بار پھر سے کارٹون کارنر کی روایت کو تازہ کیا گیا ہے جس کے لئے میں محمد آصف غفور اور محمد آصف بھٹی کا شکر گزار ہوں۔انگریزی حصہ کی تشکیل و تدوین ڈاکٹر عاصم عقیل صاحب کی محنت کی مرہونِ منت رہی۔آخر میں، میں جامعہ کے تمام تخلیق کاروں، اراکین مجلسِ مشاورت، اراکین مجلسِ ادارت اور آفس آف یونیورسٹی بکس اینڈ میگزینز کے عملے کا شکر گزار ہوں جن کی بدولت طنز و مزاح نمبر کے اس خواب کو تعبیر ملی۔ہمیں آپ کے قیمتی مشوروں اور آراء کا انتظار رہے گا تاکہ کشتِ نو کے آئندہ شماروں کو تخلیقی سطح پہ مزید خوبصورت بنایا جا سکے۔آخر میں جامعہ کے ہر طالب علم کو کشتِ نو کے طنز و مزاح نمبر کی تکمیل پر مبارکباد۔

محمد فیصل علی

(مدیر اعلیٰ کشتِ نو)

مجلسِ مشاورت

پروفیسر ڈاکٹر شہزاد مقصود احمد بسراء (کنوینر)

ڈاکٹر عاصم عقیل (ایڈیٹر/سیکرٹری)

ڈاکٹر امیر بی بی (ممبر)

ڈاکٹر مظہر حسین رانجھا (ممبر)

ڈاکٹر ثمر عباس نقوی (ممبر)

مجلسِ ادارت

محمد فیصل علی (مدیرِ اعلیٰ)

محمد آصف غفور (مدیرِ اُردو)

سیماب عارف (ممبر)

حمزہ طارق (ممبر)

رابعہ لطیف (ممبر)

فہرست

11	مزاح بخیر	مزاحیہ مضامین
43	دریچوں سے جھانکتی ہنسی	ایلومنائز کارنر
67	نقشِ بہار	فکاہیہ ادب سے انتخاب
89	کشتِ زعفران	شاعری
101	لطیفانہ	مزاحیہ سروے
113	بزمِ خوش نفساں	انٹرویوز
164	شوخ لکیریں	(کارٹون کارنر)